# خان بہادر سید اولاد حیدر فوق بلگرامی

## حیات اور خدمات

پروفیسر سید جعفر رضا بلگرامی

جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

بلگرام صوبہ یوپی کے ضلع ہردوئی کا ایک پرانہ قصبہ ہے۔ عہد قدیم میں یہاں ٹھٹھیرے آباد تھے جن کو قنوج کے حملہ آور راجپوتوں نے نکال دیا۔ ۴۰۹ھ یعنی ۱۰۱۸ء میں سلطان محمد غزنوی کے حملوں کے زمانہ میں، قاجی محمد یوسف صاحب نے بلگرام فتح کیا۔ لیکن یہ فتح دیر پا ثابت نہ ہوسکی۔ غزنوی سلطنت کے زوال کے ساتھ ہی اس قصبہ پر ہندو راجاؤں کا دوبارہ قبضہ ہوگیا۔ ۶۱۴ھ یعنی ۱۲۱۷ء میں التمش کے عہد حکومت میں سید محمد صغریٰ نے ایک مضبوط شاہی دستہ لے کر راجہ سری کو شکست دی اور شہر پر قبضہ کرلیا۔

**خاندان:** ''بلگرام میں سید محمد صغریٰ کی آمد کے متعلق بڑا مشہور واقعہ ہے۔ سید ابو الفرح واسطی اپنے دونوں بیٹوں، سید محمد کبریٰ اور سید محمد صغریٰ کے ہمراہ عہد التمش میں، ترک وطن کرکے' عراق سے دلی آئے ۔ گرمی کا زمانہ ہے دوپہر کا وقت بھوک پیاس سے نڈھال، اپنے شفیق بزرگ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے ملنے مہرولی پہونچے۔ دربان نے منع کیا کہ اس وقت میاں آرام کررہے ہیں، کسی سے نہیں مل سکتے۔ ابو الفرح واسطی نے ڈانٹا کہ تمہارا کام اطلاع دینا ہے، فیصلہ سنانا نہیں۔ جاؤ اور جاکر کہو میں آیا ہوں۔ اس ردو قدح کی آواز جیسے ہی حضرت بختیار کاکی کے کانوں تک پہونچی بے اختیار یہ کہتے ہوئے ننگے پاؤں دوڑے کہ مجھے تو دلی میں بوئے وطن آرہی ہے'' اور آکر سید ابو الفرح واسطی کو گلے لگالیا۔ حضرت بختیار کاکی کے ہی توسط سے ابو الفرح کو التمش نے اپنی بیٹی رضیہ سلطان کی تعلیم کی غرض سے دہلی میں روک لیا اور ان کے بیٹوں کو مضافات میں تبلیغ کے لئے بھیج دیا۔

اس سلسلے میں سید محمد صغریٰ بلگرام پہونچے اور حضرت بختیار کاکی کے ایما پر ہی بلگرام فتح کیا اور وہیں آباد ہوگئے۔ ان کی حیثیت محض فاتح کی نہ تھی۔ وہ شاہ ولایت کی بھی حیثیت رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں ان کو اولیت کا درجہ حاصل تھا۔ چنانچہ ۷ نومبر ۱۹۹۲ کے ہندوستان ٹائمس میگزین میں میجر بالا دوبے

نے صوفیوں میں موسیقی کی روایت پر جو مضمون لکھا ہے اس میں دہلی کے قطب الدین بختیار کاکی کے بعد ہی بلگرام کے سید محمد صغریٰ کا ذکر کیا ہے۔

بلگرام کے زیدی ابو الواسطی سادات کا برائے راست نسلی تعلق سید محمد صغریٰ سے ہے۔ اسی خاندان کے ایک چشم وچراغ سید اولاد حیدر فوق زیدی الواسطی بلگرامی تھے۔ ان کے والد چھ بھائی تھے۔ جن میں سے ۴ بھائی بلگرام میں رہے اور ۲ کی شادیاں بہار کے قصبہ کواتھ میں ہوگئیں تھے۔ نواب نور الحسن صاحب عامل شاہ آباد، بہار کو گورنر نے ان کی کارگزاریوں کے صلے میں ۱۷۶۲ میں ۱۵۲ گاؤں بغیر مالگذاری کے عطا کیے تھے۔ نواب نور الحسن صاحب کی دو پوتیوں کے ساتھ ۲ بھائیوں کی شادیاں ہوئی تھیں۔ چونکہ کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اس لئے یہ دونوں داماد وہیں قصبہ کواتھ میں آباد ہوگئے اور ۱۵۲ گاؤں کے وارث ونواب قرار پائے۔ ان دونوں میں چھوٹے بھائی حیدر رضا کے بیٹے سید اولاد حیدر فوق بلگرامی تھے جو ۱۸۸۰ میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ راقم الحروف کے نانا تھے۔ جو بھائی بلگرام میں رہ گئے تھے ان میں سید آل رضا کے بیٹے میرے والد تھے۔ میرے نانا سید اولاد حیدر اور میرے دادا سید آل رضا سگے چچازاد بھائی تھے اور خسر و داماد بھی تھے فوق صاحب نے بلگرام سے وسیلہ تا حیات قائم رکھا۔ وہ سال میں تقریباً ۲ یا ۳ ماہ تک بلگرام میں ضرور قیام کرتے تھے۔

**تعلیم:** آرہ ضلع کے اسکول سے میٹرک پاس کیا۔ ۱۸۹۴ء میں علی گڑھ اورینٹل کالج میں داخلہ لیا لیکن اسی سال پلیگ کی وبا پھیل گئی۔ تعلیم ترک ہوگئی پھر انہوں نے اپنے آپ کو تصنیف وتالیف کے کام کے لئے تا حیات وقف کردیا۔

**کارنامے:** سید اولاد حیدر فوق بلگرامی چہاردہ معصومین کی سوانح حیات کے مصنف تھے۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں درج ہے کہ یہ ہندوستان میں اُردو زبان کے پہلے اسلامی مصنف ہیں جنہوں نے اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا۔ بالخصوص اہل تشیع میں ان کا شمار صف اوّل کے مصنّفین میں ہوتا ہے ان کتابوں کی مکمل فہرست درج ذیل ہے۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۔ | اسوہ الرسول | ۵ جلدیں | سوانح حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم |
| ۲۔ | السیدہ | ۱ جلد | سوانح حیات جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا |
| ۳۔ | سراج المبین | ۲ جلدیں | سوانح حیات حضرت علی علیہ السلام |
| ۴۔ | سروچمن | ۱ جلد | سوانح حیات امام حسن علیہ السلام |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۵- | ذبح عظیم | ۱ جلد | سوانح حیات امام حسین علیہ السلام |
| ۶- | صحیفۃ العابدین | ۱ جلد | سوانح حیات امام زین العابدینؑ |
| ۷- | ماثر الباقریہ | ۱ جلد | سوانح حیات امام محمد باقرؑ |
| ۸- | آثار جعفریہ | ۱ جلد | سوانح حیات امام جعفر صادق |
| ۹- | علوم کاظمیہ | ۱ جلد | سوانح حیات امام موسیٰ کاظمؑ |
| ۱۰- | تحفۃ رضویہ | ۱ جلد | سوانح حیات امام موسیٰ رضاؑ |
| ۱۱- | تحفۃ المتقین | ۱ جلد | سوانح حیات امام محمد نقیؑ |
| ۱۲- | سیرۃ النقی | ۱ جلد | سوانح حیات امام علی نقیؑ |
| ۱۳- | العسکری | ۱ جلد | سوانح حیات امام حسن عسکریؑ |
| ۱۴- | درمقصود | ۱ جلد | سوانح حیات امام مہدیؑ |

ان چہاردہ معصومینؑ کی سوانح حیات کے علاوہ ذکر الطیارہ کے نام سے جعفر طیار کی بھی سوانح حیات لکھی۔فوؔق صاحب کی اسوۃ الرسول کی اہمیت کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

علامہ شبلی کی سیرت النبی پر خود سنی علماء معترض تھے۔ وہ سب مولانا آزاد کے پاس پہونچے۔ان لوگوں نے اپنے اعتراضات کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا سے درخواست کی کہ وہ اس کا جواب لکھیں۔ مولانا اپنی سیاسی سرگرمیوں کے نتیجے میں اپنی عدیم الفرصتی کے باعث معذرت خواہ ہوئے لیکن ان لوگوں کو ہدایت کی کہ آپ مسودہ تیار کریں میں بھی نظر ثانی کرلوں گا۔ کچھ دنوں کے بعد جب یہی علماء پھر مولانا آزاد سے ملنے گئے تو کہا کہ اب مسودہ تیار کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی ہے کیونکہ سید اولاد حیدر فوؔق بلگرامی کی کتاب اسوہ الرسول آچکی ہے جس میں ان تمام کمزوریوں کی تنقید کردی گئی ہے جو سیرت النبی کے سلسلے میں ہم لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہورہی تھیں۔

یہ واقعہ اس زمانے کے تمام مذہبی رسالوں میں درج ہے۔خود راقم الحروف کی نظر سے ایک پرانے مذہبی رسالہ میں یہ واقعہ گزرا ہے مجھے یہاں تک یاد ہے کہ اس میں’’ اولاد حیدر‘‘ کے بجائے اولاد حسین’’ چھپ گیا تھا۔ میں نے اپنے قلم سے نام کی تصیح کی، حاشیہ پر لکھا کہ یہ میرے نانا ہیں اور نیچے دستخط کردئے۔کوئی صاحب خاص طور سے اس واقعہ کو پڑھوانے کے لئے میرے پاس یہ رسالہ دہلی پبلک لائبریری سے لے کر آئے تھے۔

اس طرح ایک دوسرا واقعہ بھی قابل ذکر ہے ۔فوقؔ صاحب ہر سال فیض آباد کی سالانہ مجلسوں میں شریک ہوتے تھے ۔ ایک سال ایک صاحب جو عربی میں پی ایچ ڈی کررہے تھے ان سے ملے اور ایک کتاب دیتے ہوئے کہا کہ یہ قسطنطنیہ کے ایک متعصب کی کتاب ہے جس میں حضرت علیؑ کی شان میں گستاخیاں کی گئی ہیں ۔ میں چاہتاہوں کہ آپ اس کے جواب میں کتاب لکھیں۔ چنانچہ فوق صاحب نے اس کتاب کا مطالعہ کرکے اپنی ایک جوابی کتاب المجالس والاضداد'' کے نام سے لکھی جو اس وقت ہندو پاک میں ناپید ہے ۔ جو وادیہ کے پرنسپل محترم شمیم الحسن صاحب ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ کاش یہ کتاب دستیاب ہوجاتی تو حضرت علیؑ کے خلاف وقتاً فوقتاً اٹھنے والے فتنوں کا سد باب ہوجاتا۔ میرے ماموں جان کے پاس اس کتاب کا ایک کرم خوردہ نسخہ موجود ہے لیکن اس سے کوئی استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔

فوق صاحب کے'' واقعات کربلا کے اسباب وقوع'' اور' قرآن وجید اور اقتصادیات کی تعلیم تاکید اِ کے نام سے دور رسالہ بھی شائع ہوئے۔ انہوں نے آخری عمر میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی شروع کیا تھا جو بیس پاروں تک ہی ہوسکا کیونکہ ان کی عمر نے وفا نہ کی سیاسی بحران کی وجہ سے یہ بیس پارے بھی نہ چھپ سکے یا چھپے اور منظر عام پر نہ آسکے اور تقسیم کے بحران میں تلف ہوگئے۔ راقم الحروف کے پاس چند صفحات کا چھپا ہوا دیباچہ موجود ہے جس میں مولانا اشرف تھانوی ، ماجد دریا وادی اور مولانا علی نقی صاحب کا ذکر ہے ۔ اس ترجمہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ ان آیات پر تفصیلی تبصرہ کیا گیا تھا جو ائمہ معصومین کے تعلق سے ان میں دو قسمیں قرار دی گئی تھیں۔ ایک قسم ان آیات کی تھی جو سنی وشیعہ میں مشترکہ طور پر تسلیم کی گئی تھیں۔ ان آیات کو لال رنگ سے رنگ دیا گیا تھا۔ دوسری قسم ان آیات کی تھی جو صرف شیعہ اسناد کی رو سے اہلبیت سے متعلق ہیں۔ ان آیات کو ہرے رنگ سے رنگ دیا گیا تھا۔

ان مذہبی کتابوں کے علاوہ انہوں نے ایک کتاب تاریخ صوبہ بہار واڑیسہ کے نام سے لکھی جواب نایاب ہے۔ اس کتاب کی ایک جلد میرے چھوٹے بھائی کے پاس موجود ہے ۔

وہ ایک مستند شاعر بھی تھے ، فوق تخلص کرتے تھے ۔ میلاد مشاعروں میں شریک ہوتے تھے۔ فیض آباد کی موتی مسجد میں ہر سال ۱۳ رجب محفل میلاد منعقد ہوتی تھی۔ جس میں وہ ضرور شرکت کرتے تھے ۔ یہ میلاد مصرعہ طرح پر ہوتا تھا۔ ایک سال مصرعہ طرح ہٹ کر جن شعراء سے فی البدیع کہنے کی فرمائش کی گئی ان میں سے ایک یہ بھی تھے۔ یہ جیسے ہی ممبر پر پہونچے ان سے فی البدیع رباعی سنانے کی فرمائش کی گئی ۔ انہوں نے یہ رباعی سنائی۔

بیٹھے رہو، درہائے صدف برسیں گے
ایک سو نہیں ہر چار طرف برسیں گے
موتی مسجد میں مدحت حیدر کی
موتی تو نہیں درنجف برسیں گے۔

بعد میں انہیں کے دست قلم سے لکھی ہوئی یہ فی البدیع رباعی موتی مسجد پر آویزاں کردی گئی تھی۔ ان کی دو میلاد کی کتابیں ۔ چودہ ساغر" اور گلدستہ مومنین"مقبول عام ہیں اور شمالی ہندوستان کے ہر گھر میں موجود ہیں بالخصوص عورتیں انہیں جلدوں سے اب تک میلاد پڑھتی ہیں۔ انہوں نے مرثیے بھی کہے جو خاندان ہاشمی سے ہٹ کر زیادہ تر اصحاب حسینی پر ہیں۔لیکن افسوس کہ یہ مرثیے شائع نہ ہوسکے۔ ان کے دست قلم سے چند مرثیے اب تک ماموں جان کے پاس موجود ہیں۔ ایک بحر طویل بھی کہی جو اب تک ۷ محرم کو بلگرام میں پڑھی جاتی ہے۔

ع اللہ واکبر کیسا اثر ہے۔بیکس کا ماتم شام وسحر ہے۔

اس کے علاوہ سیکڑوں نوحے کہے جس نے فرمائش کی اسی کو کہہ کر دے دیا۔ یہ نوحے بھی شائع نہیں ہوئے لیکن ان کا قلمی نسخہ میری ماموں زاد بہن کے پاس موجود ہے۔ ان کے چند مقبول نوحے جو بچپن سے سنتا چلا آرہا ہوں یاد رہ گئے۔

۱۔ منہ چوم کے ماں نے کہا پھر آئیو اصغر — اکبر کی طرح رن میں نہ رہ جائیو اصغر
۲۔ شب سے زندان میں بچی کو یہ ضد لگی — شہ کا سینہ نہیں تو سکینہ نہیں
۳۔ شمع حریم قبلتین خیرالنسا کے دل کے چین — ہائے حسین حسین وائے حسین وائے حسین
۴۔ زینب سے دم رخصت فرمایا خدا حافظ — بھائی تو چلا مرنے بہنوں کا خدا حافظ
۵۔ اے فوق چلے ہم تو رہتی ہوئی دنیا سے — احباب جو مل جائیں کہہ دینا خدا حافظ[۲]

یہ ان کا آخری نوحہ تھا جو انہوں نے اپنے بلگرام کے قیام کے زمانہ میں فرمائش پر کہہ کر دیا تھا اس نوحے کے متعلق اس کے مقطع کے پیش نظر ان کے احباب نے اعلان کردیا تھا کہ بلگرام میں یہ ان کا آخری کا قیام ہے۔ اب یہ واپس لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسی سال ان کا کواتھ (صوبہ بہار) میں انتقال ہوگیا۔

ان مذہبی کارناموں کے علاوہ کچھ سماجی خدمات بھی ان کی ذات سے وابستہ رہی ہیں۔ وہ ایک

عرصہ تک اپنے قصبہ کو اتھ کے اسکول کے مینجنگ کمیٹی کے چیرمین رہے۔ ڈسٹرک بورڈ شاہ آباد کے قیام سے ۱۹۳۵ء تک سرکاری نامزد ممبر رہے ۔ ۱۹۱۷ سے ۱۹۳۵ تک فرسٹ کلاس مجسٹریٹ کے عہدے پر فائض رہے۔ ۱۹۱۱ء میں دلی دربار کے کے بعد جب جارج ہفتم کلکتہ جارہے تھے تو آرہ اسٹیشن پر استقبالیہ کمیٹی کے چیرمین کی حیثیت سے جارج ہفتم کا استقبال کیا تھا۔ مسٹر لاری (LAWREI) کمشنر پٹنہ نے ان سے فارسی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اپنے وطن انگلینڈ واپس جاکر فوق صاحب کو فارسی ہی میں خط لکھتے تھے جو بھی بہار میں گورنر مقرر ہوتا تھا وہ شیر شاہ کا مقبرہ دیکھنے ضرور جاتا تھا ۔ یہی ان کے گائیڈ متعین ہوتے تھے۔ وہ ایک اچھے آرٹسٹ بھی تھے۔ شیر شاہ کے مقبرہ کا خاکہ تیار کرتے تھے۔ اس میں لکھی ہوئی سورہ یسٰین کا انگریزی میں ترجمہ کرتے تھے ۔ پھر وزٹ کے آخر میں یہ تیار کردہ مقبرہ کا نقشہ مع انگریزی ترجمہ کے گورنر کو بطور تحفہ پیش کرتے تھے۔

۱۹۱۹ء میں لارڈ چیمسفورڈ ، گورنر جنرل نے ان کی مذہبی ، ادبی اور سماجی خدمات کے صلہ میں ''خان بہادر'' کا خطاب عطا کیا۔ اس سلسلے میں ان کو ایک تلوار ایک تمغہ اور گورنر جنرل کی طرف سے ایک سرٹیفیکٹ دیا گیا۔ اس سرٹیفیکیٹ کے آخری جملے یہ تھے۔

I DO HEREBY CONFER UPON YOU THE TITLE OF KHAN BAHADUR AS PERSONAL DISTINC TIONLORD CHELMS FORD.

وفات: ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۲ بمطابق ۱۹۴۲ء ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۶۱ ھ بروز جمعہ بوقت صبح ۷ بجے ۷۲ سال کی عمر میں سید اولاد حیدر فوق بلگرامی صاحب کا انتقال ہوگیا۔ ہر سال نجم الحسن صاحب کراروی رمضان میں نماز پڑھانے کو اتھ آتے تھے اور پورے ماہ فوق صاحب کے یہاں قیام کرتے تھے ۔ ۱۹۴۲ء کا پر آشوب زمانہ تھا۔ رسل ورسائل مفقود تھے ۔ اس لئے وہ نہیں آسکے۔ فوقؔ صاحب اپنی بیماری کے زمانہ میں روزانہ دریافت کرتے تھے کہ مولانا پہونچے یا نہیں۔ اب اس کو اتفاق کہئے یا معجزہ کہ سفر کی نہ جانے کیا کیا صعوبتیں اٹھاتے ہوئے مولانا ۱۹ رمضان کی شام کو اچانک کواتھ پہونچ گئے جس کی صبح کو فوقؔ صاحب کا انتقال ہوگیا۔ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی ۔ کواتھ کے امام باڑے میں دفن ہوئے۔

بلگرام کے سید شریف الحسن رازؔ بلگرامی نے ان کی وفات پر ایک قطع کہا تھا جس کے آخری مصرعہ سے عیسوی سن تاریخ وفات نکلتی ہے ۔ یہ قطع تاریخ وفات ان کی قبر کے پتھر پر آویزاں ہے۔ میرے یہاں جو ان کی تصویر ہے اس کے نیچے بھی یہ قطعہ لکھا ہوا ہے۔

جس کا کلک واسطی تھا ترجمان اہلبیت
جس نے روشن کردیا نام و نشان اہلبیت
جعفری ملت میں جو تھا اوّلین اہل قلم
سوگیا وہ کہتے کہتے داستان اہلبیت

۱۹۴۲ء

---

**حوالے:**

۱۔ یہ کتابچہ میرے چھوٹے بھائی سید اطہر رضا بلگرامی کے پاس موجود ہے۔

۲۔ فوقؔ صاحب کے کہے ہوئے مرثیے میلاد، نوحے رباعیوں کی قلمی جلدیں عکسی صورت میں چھوٹے بھائی کے پاس بھی موجود ہیں۔